Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 2, Vol 3,April-June pp 21-40

شمارہ ۲، جلد ۳، اپریل۔جون صفحات ۲۱۔۴۰

مکی عہدِ رسالت ﷺ میں نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات تحقیقی جائزہ

Contribution of Young Sahaba Karam (R.A) During Makki Period of Prophet Muhammad (SAW): An Analytical Study

Abid ul Hassan[1]

Ghulam Mustafa[2]

Abstract:

There are tremendous religious services of young Sahaba Karam (R.A) during Makki period of prophethood. During this period both Prophet (ﷺ) and Sahaba faced a lot of obstacles in the way of preaching Islam but Prophet (ﷺ) prepared Sahaba for all the troubles and hardships in Dar-e-Arqam. These young Sahaba presented themselves in the way of Islam and it can be seen as Hazrat Jaffer bin Tyyar (R.A) did in court of Habshah, Hazrat Umar (R.A) helped in sermonizing of Islam and as Hazrat Ali (R.A) lied in the bed of Prophet (ﷺ) bed on the night of Hijrah. Hazrat Saad (R.A) not only refused to obey His mother, rather He risked his life by fighting the infidels to save Islam. They presented their character, faith, good manners, honesty and purity which influenced other people to embrace Islam.

Even today, in order to awaken religious spirit in the youth, it is necessary to highlight the religious service of the young Sahaba Karam (R.A). In this Article, the life and character of the young sahaba Karam (R.A) has been describe. Specially their contribution in tutoring of Quran, publication of Hadith, following the path of Prophet (ﷺ), summoning towards Islam or anything that helped in proliferation of Islam.

Keywords:

Sahaba, Makha,Religious teachings,Dar-e-Arqam,Hardships, Devotedness

Receiving Date:
21 April 2021
Acceptance Date:
28 June 2021
Publication Date:
30 June 2021

1 M.phil (Islaimc Studies)Mirpur University of Science & Technology MUST, Mirpur A.Kauhsmm@gmail.com

2 . M.phil Islaimc Studies (Islamic Studies)Mirpur University of Science & Technology MUST, Mirpur A.K

صحابہ کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین اَشرف المخلوقات میں وہ عظیم ہیں، جنہیں خاتم الانبیاء والمرسلین، رسول اکرم ﷺ کی زیارت، خدمت، صحبت ومعیت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے براہ راست فیض بھی نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت ورفعت کو اس طرح بیان فرمایا کہ رہتی دنیا تک ان کی شان کا کوئی انکار ممکن نہ ہے۔ مکی دورِ نبوت کے کٹھن مراحل میں رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ زندگی گزارنا مشکل امر تھا مگر انہوں نے تمام مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان حضرات کی قربانیوں کی بدولت ہی آج اسلام کی عظمت کائنات میں روشن ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کا رہتی دنیا تک تمام اُمت پر یہ ناقابلِ فراموش احسان ہے، اور ان کے اسی احسانِ عظیم کی بدولت آج ہم اس قابل ہیں کہ اللہ کے دین کو سمجھ سکیں۔ اور اس دین برحق کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کر کے اپنے لیے دونوں جہانوں میں خیر و خوبی اور صلاح وفلاح کا انتظام کر سکیں۔

نوجوانی کا تعین

ابن عطیہ اُندلسی لکھتے ہیں "الفتي: فِي كَلامِ العَربِ اَلشَّابُ[3]۔ عربوں کے ہاں "الفتي" سے مراد "الشاب" ہے۔ اس کے علاوہ امام قرطبیؒ نے بھی اسی طرح لکھا ہے[4]۔ فقہاء کی آراء سے ثابت ہو گا کہ نوجوانی کی ابتداء کب ہوتی اور اس کی حد کیا ہے؟

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نوجوانی کی عمر پندرہ (۱۵) برس سے شروع ہوتی ہے[5]۔ علامہ بدر الدین عینیؒ بھی امام محمدؒ کے قول سے اسی کو ثابت کرتے ہیں۔ یعنی نوجوانی کی ابتداء پندرہ (۱۵) برس سے ہوتی ہے[6]۔ لغت کے امام ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ کے نزدیک بھی نوجوانی کی ابتداء پندرہ (۱۵) برس ہوتی ہے۔ امام خطابیؒ ابن عمرؓ کی حدیث "أَنَّ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عُرِضَه يَومُ أُحدٍ وَهُوَ اِبنُ أَربَع عَشَرةَ سنَةً فَلَمْ يَجُزه وَعُرِضَه يَومُ الخَندقِ وَهُو اِبنُ خمسَ عشَرة فَأَجازه[7]" نقل کرنے کے بعد بلوغت کی حد کا تعین کرتے ہوئے اپنی رائے اور امام شافعیؒ کے قول کو ذکر کرتے ہیں:

> "قلتُ اِختلَفَ أَهلُ العِلمِ فِي حَدِّ البَلُوغِ الذي إذَا بَلغَه الصَبِي أُقيمَ علَيه الْحُد، فَقالَ الشَافعي إِذَا اِحتلَمَ الغُلامُ أَو بلَغَ خمسَ عَشرةَ سنَةً فَإِنَّ حُكمه حكمُ البَالغين"[8] میرے نزدیک اہلِ علم کے ہاں بلوغت کی حد میں اختلاف ہے کہ بچہ کب بالغ ہو گا تو اُس کو حد لگے گی، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب بچہ کو خواب (احتلام) آئے یا پندرہ (۱۵) برس کا ہو تو اُس کے احکام بالغین کی طرح ہوں گے۔

-3 عبد الحق بن غالب، المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز، (دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۲ھ)، ج۳، ص۵۲۷

-4 محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحكام القرآن، (دار الكتب المصريه، قاہرہ، ۱۹۶۴ء)، ج۹، ص۱۷۶

-5 محمد امین بن عمر بن عابدین، رد المحتار على الدر المختار، (دار الفكر، بيروت، ۱۹۹۲ء)، ج۳، ص۷۰۷

-6 محمود بن احمد العینی، البناية شرح الهداية، (دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۰ھ)، ج۱۳، ص۴۷۴

-7 سلیمان بن الاشعث، ابو داؤد، سُنن ابی داؤد، بَابُ مَتَى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ، (المكتبة العصرية، بيروت، س ن)، حدیث ۲۹۵۷

-8 احمد بن محمد الخطابی، معالم السُنن، (المطبعة العلمية، حلب، ۱۹۳۲ء)، ج۳، ص۳۱۰

اگر بلوغت کو حد قرار دیا جائے تو نوجوانی کی ابتداء کا تعین مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ہر فرد کی بلوغت کی عمر الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لیے نوجوانی کی ابتداء پندرہ (۱۵) برس قرار دینا مناسب ہوگا۔ جس سے اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔

نوجوانی کے تعین کے لیے اس کے اختتام کا تعین بھی ضروری ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے ہاں نوجوان کی حد تیس (۳۰) برس متعین ہے: "وَالشَّابُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا هُوَ مَنْ بَلَغَ وَلَمْ يُجَاوِزْ ثَلَاثِينَ سَنَةً[9]"۔ حنبلی فقہاء میں سے امام علاء الدین "الشَّابُ، والفَتَى" کا اطلاق بلوغت سے لے کر تیس (۳۰) برس کی عمر تک کرتے ہیں[10]۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نوجوانی کی آخری عمر کے تعین میں امام نوویؒ کے صحیح ترین قول کو نقل کرتے ہیں۔ جس سے نوجوان کا تعین کرنے میں آسانی ہو سکتی ہے: "الْأَصَحُّ الْمُخْتَارُ أَنَّ الشَّابَّ مَنْ بَلَغَ وَلَمْ يُجَاوِزِ الثَّلَاثِينَ[11]" صحیح اور مختار قول ہے کہ نوجوان وہ ہے جو بالغ ہونے کے بعد تیس (۳۰) برس (کی عمر) سے تجاوز نہ کرے۔

ان تمام اقوال کے پیشِ نظر اس بات کا تعین ہو جاتا ہے کہ نوجوان کی ابتداء یعنی پندرہ (۱۵) برس تصور ہوگی کیونکہ زیادہ تر فقہاء اور اہل رائے حضرات نے بلوغت کی ابتداء پندرہ (۱۵) برس قرار دی ہے۔ تیس (۳۰) برس کی عمر پر جوانی کا اختتام ہوتا ہے۔ اس لیے مقالہ ہذا میں نوجوان صحابہ کرامؓ کے تعارف میں پندرہ (۱۵) سے تیس (۳۰) برس کی عمر کے صحابہ کرامؓ کو شامل بحث کیا جائے گا۔

حضرت اَرقم بن اَبی الاَرقمؓ کی خدمات

دعوتِ دین کے لیے گھر وقف کرنا

آپؓ ایسے خوش نصیب ہیں کہ جن کے دولت خانہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کی سعادت ملی۔ آپؓ نے اپنے گھر کو مسلمانوں کے اجتماع کے لیے وقف کر دیا۔ جس سے ابتداً میں اسلام قبول کرنے والوں کے لیے آسانی پیدا ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی اس گھر میں قیام فرماتے اور صحابہ کرامؓ کی رہنمائی فرماتے۔ اس سرزمین پر اسلام کی سربلندی کے یہ سب سے پہلا گھر ہے جس کو دعوتِ اسلام کے لیے منتخب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس سے ہی دنیا کے اندر اسلام کی شعاعیں پھیلنا شروع ہوئیں "كانت هِي الدارُ الَّتِي بَدأ يَشع مِنها ذِكرُ اللهِ وَتوحِيده فِي الأرضِ[12]" اسی گھر سے اللہ کے ذکر اور اُس کی توحید کی تمام دنیا میں ابتداً ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً بارہ (۱۲) برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔

اس گھر کو یہ سعادت بھی نصیب ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول بھی ہوتا تھا۔ ملا علی قاریؒ مکہ میں نزولِ وحی کے جو پانچ مقامات ذکر کرتے ہیں ان میں دارِ اَرقمؓ[13] بھی موجود ہے: "(من مكّة) كَبيتِ خَديجةَ رضي الله تعالى عَنها مَهبَطِ

9- یحییٰ بن شرف النووی، المنهاج شرح مسلم بن الحجاج ، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ)، ج ۹، ص ۱۷۳

10- علاء الدین علی بن سلیمان، الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف، (هجر للطباعة والنشر، مصر، ۱۹۹۵ء)، ج ۱۶، ص ۵۱۱

11- احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ)، ج ۹، ص ۱۰۸

12- محمد بن سعید، الولاء والبراء في الإسلام من مفاهيم عقيدة السلف، (دارطیبه، ریاض، س ن)، ص ۱۶۱

13- اب دارارقم "دارالخیزران" سے مشہور ہے۔ یہ کوہِ صفا کے پاس ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے اسے خریدا اور اپنے بیٹے مہدی کو دے دیا۔ مہدی نے اپنے دو بیٹوں موسیٰ الهادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران کو دے دیا، علی بن ابراہیم الحلبی، السيرة الحلبية ، (دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۴۲۷ھ)، ج ۱، ص ۴۰۲

الوَحي ودارِ الأرقم بن أبي الأرقم وغارِ حراء وثور ومولده[14]"مکہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر، اَرقم بن اَبی الاَرقمؓ، غار حراَء، غار ثور اور آپ ﷺ کی پیدائش کی جگہ وحی اُترنے کے مرکز تھے۔

دعوتِ دین پھیلانے کی خدمت

جب کوئی بھی فرد اسلام قبول کرتا تو اُسے اطاعت گزاری میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ عبادات کو بجالانے کے لیے یہ افراد دور دراز مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے۔ مگر ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے، اسی اثنا مکہ والوں کا ایک گروہ اُدھر آنکلا۔ ان سے لڑائی جھگڑا ہوا تو آپؓ نے اونٹ کی ہڈی سے ایک آدمی کو مارا، جس سے اُس کا خون بہہ نکلا۔ یہ اسلام کے دفاع کے لیے سب سے پہلا خون تھا:"فَضربَ سَعد بنُ أَبي وَقاصٍ رجُلًا مِّنهم بِلُحى بَعِيرٍ فَشجَّه[15]"حضرت سعدؓ بن اَبی وقاص نے ایک آدمی کو اُونٹ کی ہڈی سے مارا جس سے وہ زخمی ہو گیا۔

چونکہ اس واقعہ سے قبل کچھ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس لیے مسلمانوں نے ایک خفیہ مرکز کو ضروری سمجھتے ہوئے دارِ اَرقمؓ کو منتخب کیا۔ اس گھر میں رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ ملاقات فرماتے، نماز ادا کرتے اور اپنی دیگر عبادات بھی بجالاتے۔ یہ سلسلہ دین کا عام اعلان شروع کرنے تک جاری رہا۔ سیرت حلبیہ میں ہے " اس (واقعہ) کے بعد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ دار اَرقم میں داخل ہوئے، دار اَرقم میں داخل ہونے سے قبل ایک جماعت اسلام قبول کر چکی تھی "[16]

رازداری کو قائم رکھنا

آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مخزوم کے تعلقات ہمیشہ خراب رہتے تھے۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو کسی کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ بنو مخزوم کا نوجوان اس سمت چل پڑے گا۔ سب سے پہلے آپؓ نے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے گھر کو تبلیغ اسلام کے لیے منتخب فرمایا۔ کیونکہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بنو ہاشم کی طرف سے دعوتِ دین بنو مخزوم کے گھر میں پروان چڑھے گی"ولَا يُتصَوَّرُ أَن تَنشَأُ دَعوةُ هاشِمِيةٍ فِي دارِ مخزومية[17]"یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ بنو ہاشم کی طرف سے دعوت دین بنو مخزوم کے گھر میں پروان چڑھے گی۔

عربوں کا یہ طریق کار تھا کہ وہ قبیلہ کے سردار یا امیر آدمی کے گھر میں اجتماع کیا کرتے تھے"فَلَقد جَرَّت عادةُ القَرشِيِّينَ أَن يكُونَ اِجتماعُهم فِي بُيوتِ كِبارِ القومِ وأَغنيائِهم وشُيوخِهِم[18]"۔ کسی نوجوان کے گھر مسلمانوں کا جمع ہوتے رہنا اور اسلام کی اشاعت

-14 علی بن محمد القاری، شرح الشفأ) دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۴۲۱ھ)، ج۲، ص۹۸

-15 علی بن ابراہیم الحلبی، السيرة الحلبية، ج۱، ص۴۰۲

-16 علی بن ابراہیم الحلبی، السيرة الحلبية، ج۱، ص۴۰۳

-17 احمد غلوش، السيرة النبوية والدعوة في العهد المكي)مؤسسة الرسالة، بیروت، ۲۰۰۳ء)، ص۴۵۶

-18 احمد غلوش، السيرة النبوية، ص۴۵۷

کرتے رہنا ناممکن سی بات تھی۔ مگر حضرت اَرقمؓ نے اس سارے معاملہ کو انتہائی رازداری کے ساتھ رکھا اور یہ سلسلہ تقریباً تین برس تک جاری رہا۔

اس سارے معاملہ کو اس طرح پوشیدہ رکھنا اور اس کی حفاظت بھی فرمانا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت اَرقمؓ نے اسلام کی اشاعت میں پیش آمدہ مشکلات میں کافی حد تک کمی کروادی۔

حضرت جعفر بن اَبی طالبؓ کی خدمات

ہجرت حبشہ

حضرت جعفرؓ دار اَرقم میں داخل ہونے سے قبل ہی تقریباً اکیس (۲۱) یا بائیس (۲۲) برس کی عمر اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس گھر میں رسول اللہ ﷺ نے ہر نہج پر صحابہ کرامؓ کی رہنمائی فرمائی تھی۔ اس لیے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں آپؓ تمام مہاجرین کی قیادت کرتے ہوئے اپنی زوجہ اَسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ساتھ لے کر گے[19]۔ چونکہ آپؓ ابتدا ہی سے قیادت کے قابل اور بڑے معاملہ فہم تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس ہجرت کے دوران مہاجرین کا قائد مقرر فرمادیا۔

نجاشی کے دربار میں مہاجرین کی نمائندگی

جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تو اہل قریش نے اپنی ضد و ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے انہیں واپس لانے کی تگ و دو شروع کر دی۔ جس کے لیے انہوں نے بے شمار ہدیے دے کر دو افراد، عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے کلام کرنے سے پہلے بادشاہ کو چمڑے کے تحائف ارسال کیے۔ اس کے بعد دربار میں حاضر ہو کر مہاجرین کی واپسی کی درخواست کی مگر بادشاہ نے مہاجرین کی بات سننے سے قبل واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ مہاجرین کو دربار میں بلالیا[20]۔

مہاجرین کی نمائندگی حضرت جعفر طیارؓ نے فرمائی۔ آپؓ اتنے شاندار انداز میں نمائندہ کے طور پر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے کہ صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ درباری بھی آپؓ کی بات کو دل سے سنے بغیر نہ رہ سکے۔

دعوتِ اسلام کی بھرپور نمائندگی

جب بادشاہ نے مسلمانوں کے موقف کو سننا ضروری سمجھا تو اب اہلِ اسلام کو اس سے ہر انداز سے فائدہ اٹھانا تھا۔ یہ تب ہی ممکن تھا کہ بادشاہ کے سامنے ایسی گفتگو کی جائے جو کہ بادشاہ کے قلب و ذہن پر اثر کر سکے۔ اس طرح کی گفتگو کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی نمائندگی کی ضرورت تھی جو کہ عقل و فصاحت رکھتا ہو۔ اس کے لیے حضرت جعفرؓ کو قائد مقرر کرنا مسلمانوں کی دانش مندی تھی۔ آپؓ نے بادشاہ کے

19- علی بن ابراہیم الحلبی، السیرة الحلبیة، ج۱، ص ۴۰۲

20- عبدالملک بن ہشام، السیرة النبویة لابن هشام ،)شرکة مکتبه، مصر، ۱۹۹۵ء)، ج۱، ص ۳۳۶

سامنے ایسی دعوتی گفتگو فرمائی کہ کفار و مشرکین کو حبشہ میں بھی ذلالت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور مسلمانوں نے دینی دعوت کو بھرپور انداز میں پیش کر دیا:

فَكانَ بقاؤُه فِي الحبشةِ خَمس عشرةَ سنة، وَهي مُدّة طوِيلَة، لا بدّ أنّ جَعفرا قد اِنتفَعَ بها في الدَّعوَةِ إلى الإسلام [21]" (حضرت جعفرؓ) پندرہ برس تک حبشہ میں مقیم رہے۔ یہ طویل مدت ہے۔ مگر آپ نے اس دوران اسلام کی طرف سے دعوت دینے کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔

حضرت جعفر بن آبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

حضرت جعفرؓ نے ایک بلیغ خطبہ دیتے ہوئے حکمت و دانائی کا مظاہرہ فرمایا۔ جس کی وجہ سے کفار مکہ کے ناپاک عزائم پر پانی پھر گیا۔ بادشاہ اور اس کے

دربار میں ایک طرح کا انقلاب بھرپا ہو گیا۔ سیرت ابن ہشام میں بڑے واضح انداز میں جواب کا ذکر کیا گیا ہے[22]۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر طیارؓ کی یہ تمام گفتگو سننے کے بعد بادشاہ نے دوسرا سوال کیا"فَقَالَ لَهُ النَّجَاشِيُّ: هَلْ مَعَكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ عَنْ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ؟"[23] نجاشی نے انہیں کہا: کیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ (رسول ﷺ) لے کر آئے اُس میں سے کچھ ہے؟ حضرت جعفرؓ نے ہاں میں جواب دیا تو بادشاہ نے سنانے کا حکم دیا۔

یہ حضرت جعفر بن اَبی طالبؓ کی رہنمائی اور ذہانت کا نتیجہ ہی تھا کہ فوراًوہ آیات تلاوت فرمائیں جو کہ بادشاہ کے دل کو بہا گئیں۔ بادشاہ عیسائی تھا۔ آپ ﷺ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی۔ ان آیات میں حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے۔ اور بعض ان حقائق کا ذکر کیا جو انجیل میں موجود نہیں تھے۔"كهيعص۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا۔ إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا۔ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۔۔۔۔۔الخ[24]"

نجاشی نے جب یہ معجزانہ کلام سنا تو اُس کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ رو رو کر اُس کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پادریوں کے رونے سے اُن کے مصاحف بھی تر ہو گے۔ نجاشی نے کہا! اللہ کی قسم یہ کلام اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے وہ دونوں ایک ہی سر چشمہ سے نکلتے ہیں۔ دونوں سفیروں کو وہاں سے نکال دیا۔ اور مہاجرین کی واپسی سے انکار کر دیا۔[25]

21- علی ابوالحسن بن عبدالحیی،السیرۃ النبویہ،)دار ابن کثیر،دمشق،۱۴۳۵ھ)،ص ۲۰۰

22- عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویۃ،ج۱،ص ۳۳۵

23- عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویۃ،ج۱،ص ۳۳۶

24- القرآن،۱۹: ۲

25- عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویۃ،ج۱،ص ۳۳۶

حبشہ میں مرکزِ اسلام کے استحکام میں حضرت جعفرؓ کا کردار

ہجرت حبشہ سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ جن افراد نے ہجرت کی وہ کوئی غریب اور لاچار لوگ نہ تھے۔ بلکہ مکہ کے سردار، اپنے قبیلوں کے باوقار اور بااثر افراد تھے۔ان میں حضرت عثمان، حضرت صفیہ، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت زبیر بن العوام، حضرت جعفر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین اور دیگر افراد شامل تھے۔ حضرت جعفرؓ کی جہاں تک بات ہے تو ان کو مکہ میں کسی قسم کی پریشانی نہ تھی۔ ان کے والد حضرت ابو طالبؓ مکہ کے سرداروں میں سے تھے اور اس وجہ سے ان کی اولاد کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ مگر ہجرت کا اصل مقصد اسلام کی اشاعت کے لیے ایک اور مرکز کا قیام تھا۔ جس کے قیام میں حضرت جعفرؓ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ سید قطب اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں اس کی تائید کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے علاوہ ایک اور اسلامی مرکز کے خواہش مند تھے:"كان بحث الرسول صلى الله عليه وسلم عن قاعدةً أخرى غَير مَكة[26]" رسول اللہ ﷺ مکہ کے علاوہ ایک اور مرکز کا قیام چاہتے تھے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

> ''ہجرتِ حبشہ اگرچہ مظلوم صحابہ کے لیے تحفظ کا باعث بنی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جو حضرات ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے، ان میں کئی ایسے نمایاں افراد بھی تھے جو یقیناً مظلومین میں سے نہیں تھے۔ حضرت جعفر طیارؓ ، عبد المطلب کے پوتے اور سردار ابو طالب کے صاحبزادے تھے اور قبیلہ بنی ہاشم کے سرگردہ افراد میں سے تھے۔ ان کا شمار بھی مظلومین مکہ میں نہیں رہا۔ گویا مہاجرینِ حبشہ کے انتخاب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک متبادل دار الہجرت کی تلاش شروع کر رکھی تھی، اور حبشہ کے دار الہجرت بننے کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے صفِ اول کے کچھ جید صحابہ بھی حبشہ گئے تھے تاکہ جائزہ لے سکیں کہ حبشہ ہجرت بننے کے لے موزوں جگہ ہے کہ نہیں؟ ان قائدین میں عثمان بن عفان، عبد الرحمان بن عوف اور حذیفہ بن عتبہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین شامل تھے''[27]

حضرت جعفرؓ کے مدبرانہ اور حکمانہ الفاظ نے شاہ حبشہ کے دل کو جیت لیا۔ بادشاہ نے مسلمانوں کو آزاد رہنے کی اجازت دی۔ جس سے رسول اللہ ﷺ کے ایک دوسرے مرکز کے قیام کی خواہش پوری ہوگئی۔ مسلمان یہاں پر اپنی عبادات بجالاتے اور اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔

''ہجرتِ حبشہ، مسلم اقلیت کے لیے اُسوہ'' کے حوالے سے عبد الستار خان رقم طراز ہیں:

> ''کسی اجنبی ملک میں یہ پہلا مقدمہ تھا جو مسلمانوں نے جیتا تھا۔ اس کے بعد مسلمان پندرہ سال تک حبشہ میں مقیم رہے۔ وہاں انہوں نے شادی بیاہ بھی کی، ان کی اولادیں ہوئیں اور ایک پرامن ملک میں زندگی گزارتے

26- سید قطب، فی ظلال القرآن،)دار الشروق، بیروت، ۱۴۱۲ھ(، ج۱، ص۲۹

27- محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضراتِ سیرت، (الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۲۰۰۹ء)، ص۲۴۷

رہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نجاشی کے قریب آباد تھے۔ سو آدمیوں پر مشتمل ایک کالونی آباد ہو گئی تھی"[28]

ڈاکٹر حمید اللہ خطبات بہاولپور میں فرماتے ہیں:

"کتب سیرت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر مسلمانوں نے حبشہ کے مقامی باشندوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی تھی، چنانچہ ان کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں چالیس پچاس حبشیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا"[29]

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات

آپؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنا حواری کہا۔ حضرت زبیرؓ پندرہ (۱۵) برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے:

إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيَّ، وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ[30] "بے شک ہر نبی کا ایک مددگار ہوتا ہے اور میرے مددگار زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دین کی خدمت کے لیے عذاب برداشت کرنا

جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو دوسرے مسلمانوں کی طرح آپؓ کو بھی دکھ اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؓ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا۔ مگر جذبہ ایمانی میں کبھی بھی لغزش نہ آئی۔ آپؓ کا چچا بہت سخت عذاب دیتا تھا۔ چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیا کرتا اور کہتا اسلام کو چھوڑ دو۔ مگر آپؓ ڈٹے رہتے اور اسی حالت میں چھوڑ جاتا[31]۔

جب آپؓ اسلام قبول فرما کر نکلے تو راستے میں ابو البختری، العاص بن ہشام ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیا تم نے یہ کام (قبولِ اسلام) کر لیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں۔ ابو البختری کہنے لگا ہم تمہیں قرار سے نہیں رہنے دیں گے۔ تم ہمارے آباء و اجداد کے دین سے الگ اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چاہتے ہو۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا: "اصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ فَإِنَّمَا تَعْبُدُونَ حَجَرًا لا يَسْمَعُ وَلا يَبْصِرُ، وَلا يَنْفَعُ وَلا يَضُرُّ[32]" تم جو بھی کرو، بے شک تم ایسے پتھروں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، اور نفع و نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔

-28 عبد الستار خان، ہجرت حبشہ، (نست پریس، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء)، ص ۹۹

-29 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، س ن)، ص ۲۰۸

-30 محمد بن إسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، بَابُ غَزْوَةِ الخَنْدَقِ وَهِيَ الأَحْزَابُ،)دار طوق النجاة، دمشق، ۱۴۲۲ھ)، حدیث ۴۱۱۳

-31 أحمد بن عبد اللہ الاصبہانی، معرفة الصحابه،)دار الوطن للنشر، رياض، ۱۹۹۸ء)، حدیث ۴۱۳

-32 أحمد بن یحیی البلاذری، أنساب الأشراف،) دار الفكر، بيروت، ۱۹۹۶ء)، ج ۹، ص ۴۲۱

یہ حضرت زبیرؓ کا مصمم ارادہ تھا۔ اتنے سخت عذاب کے باوجود دین کے لیے لغزش نہ آنے دی۔ گویا یہ غیر مسلموں کو دینی دعوت تھی کہ جس دین کے ہم پیروکار ہو گے ہیں اس کے تم بھی ہو جاؤ۔ جن پتھروں کو تم پوجتے ہو ان کی حیثیت بتا کر یہ سمجھا دیا کہ وہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔ تم اسلام قبول کرلو۔ ایک اللہ کو مان لو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرلو۔ گویا یہ ایک دعوت تھی جو آپؓ نے ابو البختری کو پہنچادی۔

دفاع رسول اللہ ﷺ کے لیے سب سے پہلے تلوار لے کر نکلنا

آپؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حمیتِ اسلام اور اپنے آقا ﷺ کی حفاظت کے لیے اسلام میں سب سے پہلے تلوار لے کر نکلے "كَانَ الزبيرُ أَولُ مَن سَلَّ سَيفًا فِي سَبيلِ الله[33]" حضرت زبیرؓ نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار نکالی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنا حواری[34] کہا۔ صحابہ کرامؓ کی یہ شان تھی کہ وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی بات کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے:

کتبِ سیرت میں واقعہ اس طرح نقل ہے کہ آپؓ کو شیطانی خواب آیا کہ رسول اللہ ﷺ کو پکڑ لیا گیا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ کی کسی بلند جگہ کی طرف تشریف فرما تھے۔ آپؓ فوراً جاگے اور تلوار لیے لوگوں کو ہٹاتے ادھر پہنچ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَا لَكَ يَا زُبير؟" فَقال: أَخبرتُ بِأنكَ أَخذتَ. قَالَ: فَصلَّى عليه ودَعا لِسَيفه[35]" اے زبیر آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ عرض کی مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ کو پکڑ لیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے اور اُن کی تلوار کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ کی خدمات

دفاعِ اسلام کے لیے سب سے پہلے خون بہانے والے

ایک بار حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ اپنے چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں نماز ادا کر رہے تھے کہ کفار کا ایک گروہ اُدھر آ گیا۔ اُنہوں نے عبادت سے منع کیا اور برا بھلا کہنے کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ کو اونٹ کی ہڈی ملی جس سے مشرکین کے ایک فرد کو مار کر زخمی کر دیا۔ یہ اسلام کا پہلا خون تھا "فَكَانَ أَوَّلُ دَمٍ أُهرِيقَ فِی الإسلام[36]" اسلام میں سب سے پہلا خون بہایا گیا۔ قبولیت اسلام کے وقت اُنیس (۱۹) برس کے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ سے مقابلہ

سیرت حلبیہ کی روایت کے مطابق جب حضرت عمر فاروقؓ مشرکین کے اُبھارنے پر اسلام اور داعی اسلام کو مٹانے کے لیے نکلے تو راستے میں حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ پوچھنے پر کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ میں محمد ﷺ کو قتل کرنے جارہا ہوں۔ آپؓ نے کہا

33- احمد بن عبد اللہ طبری، الرياض النضرة في مناقب العشرة، دار الكتب العلمية، بيروت، س ن)، ج ۴، ص ۲۷۴

34- مخلص ساتھی کو حواری کہا جاتا ہے۔" الحواري الصاحب المستخلص "

یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الإستيعاب فی معرفة الأصحاب، دار الجيل، بيروت، ۱۴۱۲ھ)، ج ۲، ص ۵۱۱

35- یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الإستيعاب، ج ۲، ص ۵۱۱

36- یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الإستيعاب، ج ۲، ص ۵۱۱

کہ کیا تمہیں بنو عبد مناف زمین پر زندہ رہنے دیں گے ؟ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ لگتا ہے تم بھی صابی ہو گے ہو تو آپؓ نے کلمہ پڑھا۔ اور اپنی اپنی تلوار نکال لی "فَسلّ عمرُ سَيفَه وسَلّ سَعد سَيفَه وشدَّ كُل مِنهما علىٰ الآخَرِ حَتى كَادَا أَن يختَلِطَا[37]" عمرؓ اور سعدؓ نے تلواریں نکال لیں۔

ایک دوسرے سے اتنے غصے میں ہوئے کہ جھگڑنے کے قریب پہنچ گے۔

دفاعِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کسی حد تک بھی جاسکتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے سب ڈرتے تھے مگر جب رسول اللہ ﷺ کی عزت کی باری آئی تو اکیلے سعد بن اَبی و قاصؓ کھڑے ہو گے اور للکار دیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی ماں کو دعوتِ دین کی طرف دلیرانہ جواب

یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی کہ جب بھی کوئی انسان اسلام کا گرویدہ ہو جاتا تھا تو مشکل سے مشکل حالات بھی اس کو اسلام سے دور نہ کر سکتے تھے۔ اسی طرح حضرت سعدؓ بن اَبی و قاص کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ جب ان کی والدہ[38] کو معلوم ہوا کہ اس کے صاحبزادے نے اسلام قبول کر لیا ہے تو قسم اٹھالی کہ اُس وقت تک نہ کھائے پیئے گی نہیں، جب تک کہ بیٹا اسلام کو ترک نہیں کر دیتا[39] ایک روایت کے مطابق ایک دن ورات کچھ نہ کھایا تو دوسرے دن بے ہوش ہو گئی۔ پھر ایک دن اور رات کچھ بھی نہ کھایا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حالت دیکھی تو واضح الفاظ میں کہہ دیا:

> قلتُ لهَا: تَعلَمِينَ وَالله يَا أُمه لَو كانَ لَكِ مِائةُ نفسٍ تَخرجُ نفسًا نفسًا ما تركتُ دينَ هٰذا النَّبي صلى الله عليه وسلم، فَكُلِي إن شئتِ أَو لا تأكلِي، فَلمَّا رَأت ذٰلكَ أكَلَت[40]" میں نے اُسے کہا! اللہ کی قسم اے ماں تو جان لے اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے نکل بھی جائیں تو میں اس نبی کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ تیری مرضی کھائے یا نہ کھائے۔ جب ماں نے یہ معاملہ دیکھا تو کھانا شروع کر دیا۔

چونکہ اس دور میں والدین کی نافرمانی بہت بڑی عار سمجھی جاتی تھی۔ اور جب کوئی قسم اٹھالیتا تھا تو اس کو پورا کرواتا تھا۔ ڈاکٹر رؤوف شلبی اپنی کتاب " الدعوة الإسلامية في عهدها المكي: مناهجها وغاياتها " میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "لقَد كَانَ رُوحانيةُ سعدٍ أَكبرُ مِن تقَاليدِ المجتَمعِ ورُوحَانية المعَاني القديمةِ لِلأسرَة[41]" حضرت سعدؓ کا روحانی تعلق معاشرتی تقلید اور قدیم خاندانی نظام کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہو چکا تھا۔

37- عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی، الروض الأنف فی شرح السيرة النبوية،) داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲ھ)، ج ۳، ص ۴۳

38- محمد بن اِسحاق، سيرة ابن إسحاق ،) دار الفكر، بیروت، ۱۳۹۸ھ)، ج ۱، ص ۱۸۲

39- حمنۃ بنت اَبی سفیان حضرت سعد کی والدہ کا نام ہے۔ "وأمه حمنة بنت أبي سفيان"

عبد الرحمٰن بن علی الجوزی، المنتظم في تاريخ الأمم والملوك،) دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۹۹۲ء)، ج ۳، ص ۱۴۱

40- حلبی، السيرة الحلبية، ج ۱، ص ۲۹۴

41- رؤوف شلبی، الدعوة الإسلامية في عهدها المكي: مناهجها وغاياتها،) دار القلم، بیروت، س ن)، ص ۲۰۲

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں قرآن کا نزول

جب حضرت سعدؓ نے اپنی کافرہ ماں کا کہا ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں قرآن مجید نازل فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسانَ بِوالِدَيْهِ حُسْناً وَإِنْ جاهَداكَ لِتُشْرِكَ بِي ما لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلا تُطِعْهُما [42]"اور ہم نے انسان کو وصیت کی کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور اگر وہ تجھے میرے ساتھ شرک کرنے پر اُبھاریں جس کا تمہیں علم ہی نہ ہو تو اس میں ان کی پیروی نہ کرو۔

گویا یہ دعوتِ دین کا بہت بڑا پیغام تھا کہ یہ دین اتنا اچھا ہے کہ کوئی جتنا بھی بڑا قدم اٹھا لے، مگر اس کا پیروکار منحرف نہیں ہو سکتا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کی خدمات

آپؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ اسلام کے لیے مکی دور میں خدمات پیش کیں۔ اسلام قبول کرنے کے وقت آپؓ کی عمر مبارک دس (۱۰) یا گیارہ (۱۱) برس تھی۔ ان میں قرآن مجید کی تعلیم سب سے اہم تھی۔ آپؓ قرآن مجید کو پڑھتے تھے۔ یہی وجہ ہے جب حضرت عمر فاروقؓ آپ کے گھر آئے تو اس وقت بھی آپؓ اور زوجہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو دلیرانہ جواب

جب حضرت عمر فاروقؓ اپنے بہنوئی کے گھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ تلاوت کر رہے تھے وہ نکالو۔ جب تک ظاہر نہیں کرو گے تو ادھر سے نہیں جاؤں گا۔ تو حضرت سعید بن زیدؓ بڑی بہادری سے فرماتے ہیں: "إِنَّكَ لَا تَستَطِيع اَن تَجمعَ النَاسَ على هَواك يَا عُمرُ وَإِن كَان الحَقُّ سِواه[43]" اے عمر آپ اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ لوگوں کو اپنی خواہشات کے مطابق جمع کر لیں۔ اگر چہ حق کوئی دوسرا ہی ہو

جب حضرت عمر فاروقؓ نعوذ باللہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خاتمہ کے لیے جا رہے تھے اور راستے سے اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر کا ارادہ بن گیا تو اس وقت یہ دونوں خاوند بیوی حضرت خباب بن الارت سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ اندر تشریف لاتے ہیں۔ پہلے حضرت سعید بن زیدؓ کو طمانچہ رسید کرتے ہیں۔ ان کو بچانے کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مداخلت کرتی ہیں، تو حضرت عمرؓ انہیں بھی زور سے طمانچہ رسید کرتے ہی جس سے خون نکل آتا ہے۔ اس پر دونوں میاں بیوی برملا بول پڑتے ہیں " ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں، جو تم نے کرنا ہے کر لو"[44] یہ الفاظ حضرت عمرؓ پر اس طرح پُر اثر ہوئے کہ دین کی طرف مائل ہونا شروع ہو گے۔

42- القرآن،۲۹: ۸

43- علی بن ابراہیم الحلبی، السيرة الحلبية، ج ۱، ص ۴۷۰

44- محمد بن إسحاق، سيرة ابن إسحاق، ج ۱، ص ۱۸۲

حضرت عمرؓ کا اسلام کی قبولیت پر رضامند ہونا

جب دونوں بہن اور بہنوئی نے یہ الفاظ بولے "اے عمر جو کرنا ہے کر لو" تو ان الفاظ سے حضرت عمرؓ کے دل کی دنیا بدلنا شروع ہو گی۔ شرمندگی کا اظہار ہوا۔ اور جس کی تلاوت کی جارہی تھی اُسے سامنے لانے کا کہا: "فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا بِأُخْتِهِ مِنْ الدَّمِ نَدِمَ عَلَى مَا صَنَعَ[45]" جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کا خون دیکھا تو اپنے کیے پر شرمندہ ہو گے۔ قرآن مجید کی تلاوت سننے سے دل کی دنیا مکمل طور پر بدل گئی۔ فرمانے لگے "مَا أحسن هَذَا الكلام وأكرمه"[46]

سیرت ابن اِسحاق میں ہے کہ حضرت خبابؓ چھپے ہوئے تھے وہ فوراً باہر نکلتے ہیں اور یہ الفاظ فرماتے ہیں: "وَخَرج خَباب، وكَان فِي البَيتِ داخِلاً، فكَبَّرَ خَباب وقَال: أَبشِر يَا عمرُ بِكَرامةِ اللهِ فَإِنَّ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم قد دِعا لِك أَن يُعز الله الاسلام بك[47]" حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے اندرونی حصہ سے باہر نکلے اور تکبیر بلند کی۔ فرمانے لگے اے عمر: آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت کی خوش خبری ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے دعا کی تھی کہ اللہ آپ کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خدمات

دعائے رسول ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اسلام کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی ذہنی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ نہ صرف زمین پر نعرہ تکبیر بلند ہوتا ہے، بلکہ آسمانوں سے فرشتے بھی عمرؓ کے قبولِ اسلام پر خوشی مناتے ہیں.[48]

مکہ کے مشکل ترین ماحول میں اسلام کی اشاعت کرنا اور کھلے عام دعوتِ دین دینا بہت کٹھن امر تھا۔ گنتی کے مسلمان عبادت بھی چھپ کر کیا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا ہماری موت اور زندگی حق سے وابستہ نہیں ہے؟ نبی ﷺ نے جواب دیا: "بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ مُتُّمْ وَإِنْ حَيِيتُمْ[49]" کیوں نہیں، اللہ کی قسم! بلاشبہ تم زندہ رہو یا موت آجائے تم حق پر رہو۔

اس پر سیدنا عمرؓ نے کہا: تو پھر چھپ کر رہنے کا کیا مطلب؟ اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آج آپ کھل کر سامنے آجائیں۔ اس دن نبی ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا[50]۔

آپؓ نے نبوت کے چھٹے برس ستائیس (۲۷) برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ امام ذہبیؒ نقل فرماتے ہیں:

45- عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص ۳۴۳

46- عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص ۳۴۴

47- محمد بن اِسحاق، سيرة ابن إسحاق، ج۱، ص ۱۸۲

48- أحمد بن يحيى البلاذري، انساب الأشراف، ج۱۰، ص ۲۸۹

49- أحمد بن يحيى البلاذري، انساب الأشراف، ج۱۰، ص ۲۹۰

50- أحمد بن عبد الله الاصبهاني، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء،)دار الكتاب العربي، بيروت، ۱۳۹۴ھ(، ج۱، ص ۴۰

أسلَم فِي السنَةِ السَادسة مِنَ النبوةِ ولَه سبع وعِشرونَ سَنة [51]" آپؓ نے چھ نبوی میں عمر کے ستائیسویں(۲۷)برس اسلام قبول کیا۔

اشاعتِ اسلام کا بھرپور انداز

ایک روایت میں ہے، عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"جب سیدنا عمرؓ مسلمان ہوئے تو قریش کو خبر نہ ہوئی۔ سیدنا عمرؓ نے پوچھا: مکہ میں سب سے زیادہ خبریں پھیلانے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ وہ جمیل بن معمر جمحی ہے۔ سیدنا عمرؓ فوراً اس کی طرف چل دیے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ میں سمجھ بوجھ کی عمر میں تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے میں دیکھ رہا تھا۔ سیدنا عمرؓ جمیل کے پاس پہنچ۔۔۔" [52]۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کا اسلامی دعوت پر اثر

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ [53]" جب تک عمرؓ مسلمان نہ ہوئے تھے ہم طاقت ور نہ تھے۔ دوسری روایت میں فرماتے ہیں " جب تک حضرت عمرؓ نے اسلام قبول نہ کیا تھا، ہمیں کعبہ کے پاس نماز پڑھنے کی طاقت نہ تھی، جب آپؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑائی کی اور کعبہ کے پاس نماز پڑھی، ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی" [54]۔

آپؓ کی بہادری کا یہ انداز تھا کہ جب بھی آپؓ کو کوئی فرد یہ کہتا کہ آپؓ صابی ہوگے ہیں تو فوراً فرماتے " تو جھوٹا ہے بلکہ میں تو اس اللہ پر ایمان لایا ہوں جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، میں لات، عُزیٰ اور دوسرے بتوں سے بری ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں" [55]

حضرت صہیب بن سنان رومیؓ کا بدلہ

آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا اور کفار کو اعلانیہ للکارا، ہم کعبہ کے گرد بیٹھتے اور طواف بھی کرتے، جو ہمارے ساتھ ظلم کرتا ہم اسے برابر کا بدلہ دیتے۔ ایک دن ابن الأصداء اور ابن الغیطلہ نے مجھے پکڑ لیا اور میری گردن میں چادر ڈال کر گھسیٹا جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آ کر عمر فاروقؓ کو بتایا تو وہ حضرت سعد بن أبی وقاص اور حضرت طلیب بن عمیرؓ کو ساتھ لے کر نکل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ ابن الأصداء کو پکڑ لیا "فَخَنَقَهُ بِرِدَائِهِ حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ [56]" اُس کی چادر کے ساتھ گلا دبایا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔

-51 محمد بن احمد الذہبی، سیر أعلام النبلاء،)دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۷ھ)، ۳۹۷/۱

-52 ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عمر فاروق، مترجم: ندیم شہباز،)دار السلام، سعودی عرب، س ن)، ج۱، ص ۶۴-۶۵

-53 أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة،)مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۳ء)، حدیث ۳۶۸

-54 ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عمر فاروق، ج۱، ص ۶۵

-55 ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیرت عمر فاروق، ج۱، ص ۶۶

-56 أحمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج ۱۰، ص ۲۸۹

حضرت علیؓ کی خدمات

آپؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ مکہ کے ماحول میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پرورش پائی۔ آپ ﷺ کی تبلیغ سے آٹھ (۰۸) یا دس (۱۰) برس کی عمر میں ہی مسلمان ہو گئے۔ محمد علی الصلابی لکھتے ہیں:

> "حضرت علیؓ مکہ مکرمہ کے اُمی معاشرے کی ان ممتاز شخصیتوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ بچپن سے ہی علم سے ان کی محبت اور شغف کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ لطف و کرم ان کے لیے بچپن ہی سے مقدر فرمادیا کہ وہ کاشانہ نبوت ہی میں رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ زندگی بسر کریں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ پر رسول اللہ ﷺ کی عنایات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس طرح ان کی شخصیت پر رسالت مآب ﷺ کی بے مثل شخصیت کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ اسی وجہ سے ان کی صلاحیتیں بیدار ہوتی چلی گئیں۔ ان کا قلب نہایت پاکیزہ ہو گیا۔ ان کی عقل منور ہو گئی۔ ان میں اعلیٰ درجے کی روحانی بصیرت پیدا ہو گئی اور وہ دینی تہذیب کا درخشاں نمونہ اور نمائندہ بن گئے"[57]

اسلام کی سربلندی کے لیے ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ان کے بعد حضرت علیؓ کو یہ شرف حاصل ہوا[58]۔ ابتدائے اسلام میں جب رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں جا کر نماز ادا کرتے تھے تو حضرت علیؓ بھی ساتھ تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو طالبؓ کا اچانک ادھر سے گزر ہو جاتا ہے تو حضرت علیؓ سے پوچھا یہ کون سا دین ہے؟ آپؓ نے جواب دیا" انہوں نے کہا اے میرے ابا جان میں اللہ پر، اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور جو یہ لے کر آئے ہیں اس کو سچا جانا ہے، ان کے ساتھ اللہ کے لیے نماز ادا کی ہے اور ان کی پیروی کی ہے"[59]

حضرت ابوذر غفاریؓ کی رہنمائی

حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام قبول کرنے میں حضرت علیؓ نے اہم کردار ادا کیا۔ پہلے تو بطور مہمان گھر ٹھہراتے رہے۔ پھر جب حضرت ابوذر غفاریؓ نے دل کی بات کا اظہار کیا تو بہت اچھے انداز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ اس وقت مکہ میں ہر طرف مشرکین پھیلے ہوئے تھے اور وہ ہر مسلمان کو تکلیف دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ آپؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو ان کفار و مشرکین سے بچا کر اسلام قبول کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جب گھر سے نکلے تو حضرت ابوذر غفاریؓ کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا طریقہ بتایا: "فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ، قُمْتُ إِلَى الحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ، فَمَضَى وَمَضَيْتُ مَعَهُ، حَتَّى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[60]" اگر مجھے کسی سے خطرہ ہو تو میں کسی دیوار کے ساتھ

57- ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیدنا علیؓ، ص ۱۱۰

58- ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیدنا علیؓ، ص ۱۱۱

59- محمد بن احمد القرطبی، الإستیعاب، ج ۳، ص ۱۰۸۹

60- عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۲۴۵

جو تا درست کرنے کے لیے رک جاؤں گا اور تم چلتے جانا۔ (حضرت ابو ذرؓ) فرماتے ہیں کہ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔

ڈاکٹر علی محمد صلابی اس خفیہ نقل و حرکت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت علیؓ اور حضرت ابو ذرؓ کے درمیان ایک مخصوص اشارے یا معین حرکت پر اتفاق کرنا، گویا کہ وہ اپنا جوتا ٹھیک کر رہے ہیں یا پیشاب کے لیے بیٹھے ہیں۔ مبادا کوئی ان دونوں کی نگرانی کر رہا ہو یا گھات لگائے بیٹھا ہو۔ مطلوبہ مقام (دارِ اَرقم) کی طرف نقل و حرکت کی یہ ایک حکمت عملی تھی۔ مزید بر آں حضرت ابو ذرؓ، حضرت علیؓ سے فاصلے پر چل رہے تھے۔ اس صورت کو بھی احتیاط اور ایسے متوقع خطرہ سے بچنے کی کوشش کہا جا سکتا ہے جو شاید نقل و حرکت کے دوران پیش آجائے"[61]

ہجرتِ رسول ﷺ اور حضرت علیؓ کی جان کی قربانی کی پیش کش

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا وقت آ گیا۔ قریش نے دارالندوہ میں جمع ہو کر اسلام کا قلع قمع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے ہجرت مدینہ کا ارادہ فرمالیا۔ دانائی کی بات یہ تھی کہ رات کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر کسی کا ہونا ضروری ہے تا کہ قریش کو ہجرت کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکے۔ اس کے لیے حضرت علیؓ کا انتخاب کیا گیا" بہادر نوجوان علی بن اَبی طالبؓ کو اس رات رسول اللہ ﷺ کے بستر پر آرام فرمانے کا حکم دیا گیا"[62]

اتنی جان نثاری کا کام کوئی عام آدمی نہیں کر سکتا تھا۔ جب کہ کفار و مشرکین نے گھر کو گھیرا ہوا ہے اور رات کو کسی وقت بھی حملہ کیا جا سکتا ہے۔ دشمن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بستر پر کون سو رہا ہے۔ اتنی بہادری کا ثبوت وہی دے سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے از حد بہادر ہو۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس رات اپنی ذات کو اللہ کے ہاں فروخت کر دیا تھا: "وَشَرَى عَلِيٌّ بِنَفْسِهِ لَبِسَ ثَوْبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ مَكَانَهُ[63]" حضرت علیؓ نے اپنی جان (اللہ کو) بیچ دی تھی، رسول اللہ ﷺ کا لباس پہنا اور آپ ﷺ کے بستر مبارک پر آرام فرمایا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی خدمات

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا تعلق مکہ کے تعلیم یافتہ افراد سے تھا۔ آپؓ مکہ کے خوب صورت نوجوان تھے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے: "وكانَ مُصعبُ بنُ عميرٍ أنعم غلامٍ بِمَكة[64]" مصعب بن عمیرؓ مکہ کے ناز و نعم والے نوجوان تھے۔ قبول اسلام کے وقت آپؓ کی عمر

61- ڈاکٹر علی محمد الصلابی، سیدنا علیؓ، ص ۶۸-۶۹

62- سعید بن علی القحطانی، الحكمة في الدعوة إلى الله تعالى،) وزارة الشؤن الإسلاميه، سعودی عرب، س ن)، ص ۲۳۵

63- احمد بن حنبل، فضائل الصحابه، حدیث ۱۱۶۸

64- محمد بن إسحاق، سيرة ابن إسحاق، ج ۱، ص ۱۹۳

مبارک تقریباً پچیس (۲۵) سے اٹھائیس (۲۸) برس تھی۔ امام بلاذریؒ آپؓ کی مکی زندگی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے شاندار الفاظ نقل فرماتے ہیں: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، میں نے دیکھا کہ مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی نوجوان بھی اپنے والدین کے ہاں ناز و نعمت والا نہیں تھا۔ پھر نیکی کی رغبت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے انہیں اُس (ناز و نعمت) سے نکال دیا[65]۔ مکی دور نبوت میں اسلام کو پھیلانے میں آپؓ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تعلیم کے لیے آپؓ کو خصوصی طور پر منتخب فرمایا۔

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اہل مدینہ کو تعلیم کے لیے انتخاب

جب بیعت عقبہ اولیٰ ہوتی ہے اور اس میں موجود بارہ افراد مدینہ واپس جا کر اسلام کی اشاعت کرتے ہیں، تو انہیں کسی صاحب علم فرد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسے فرد کی درخواست کرتے ہیں جو انہیں دین سمجھائے اور قرآن کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر کو بھیجتے ہیں[66]۔

آپؓ نے مدینہ میں آ کر اہل مدینہ کو باقاعدہ اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ آپؓ حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کے مہمان بنے وہ آپؓ کو مختلف قبائل میں لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے، ساتھ قرآن کی تلاوت فرماتے۔ کچھ عرصہ تک فرداً فرداً دعوت دینے کا عمل جاری رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی کہ قبائل کو اکٹھے دعوت دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی: "وَكتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم يَستأذِنه فِي التَّجمِيعِ بِهِم، فأذن له[67]" آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اہل مدینہ کو جمع کرنے کی اجازت لی، رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ کی ادائیگی

آپؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اسلام کی اشاعت اتنی کر دی کہ اہلِ مدینہ کو ایک جگہ جمع کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کو نماز جمعہ کی ادائیگی کرنے کے لیے حکم بھی فرمایا[68]۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے لیے مکہ حاضری

اسلام کی اشاعت کے لیے اتنی کاوش فرمائی کہ تقریباً ایک سال کے عرصہ میں بلاذریؒ کی روایت کے مطابق اوس و خزرج کے ستر افراد کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگے[69]۔ جب آپؓ مدینہ سے مکہ تشریف لاتے ہیں تو ان کی والدہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیٹا مکہ آیا ہے۔ پیغام بھیج کر کہتی ہے کہ میرا بیٹا ہو کر مکہ آ کر سب سے پہلے مجھے نہ ملے؟ تو نے میرے ناز و نعم کو بھلا دیا۔ آپؓ نے اعلیٰ جواب دیا۔ یہ محبت

65- احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج۹، ص۲۰۶

66- احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج۹، ص۲۰۶

67- محمد بن احمد القرطبی، الإستیعاب، ج۳، ص۱۰۸۹

68- محمد بن احمد القرطبی، الإستیعاب، ج۳، ص۱۰۸۹

69- احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج۹، س۴۰۷

رسول ﷺ کا تقاضا اور تربیت تھی:"ما كنتُ لأبدأ بأحد قَبْلَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[70]"میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے کسی سے (ملاقات کی) ابتداء نہیں کر سکتا۔ پھر ماں سے ملاقات ہوتی ہے۔ والدہ کہتی ہے کہ تمہیں حبشہ اور یثرب کی ہجرت نے ماں کے ناز و نعم کو بھلا دیا۔ جب رونے لگی تو آپؓ نے اپنی والدہ کو اسلام کو دعوت دی مگر والدہ نے انکار کر دیا:"فَدعاهَا إِلى الإِسلامِ، فَقالَت: وَالثَّواقِبُ لَا دخلتُ فِي دينكَ[71]"آپؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ کہنے لگی! بُرا ہو، میں تمہارے دین میں داخل نہیں ہوتی۔ جب آپؓ نے مدینہ والوں کو اسلام کی تعلیم دی تو اہلِ مدینہ آپؓ کو قاری و مقری کے نام سے پکارتے تھے"وَكَانَ يدعى القارئ والمقرئ[72]" اہلِ مدینہ) آپؓ کو قاری و مقری سے پکارتے تھے۔

حضرت خباب بن الارتؓ کی خدمات

درس و تدریس کا آغاز

جب حضرت عمر فاروقؓ اسلام قبول کرنے کی طرف مائل ہوئے تو اس سے پہلے آپؓ کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ اور سورہ تکویر کی تعلیم دے رہے تھے[73]۔ آپؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دعائے رسول حضرت عمر فاروقؓ کو جب اللہ تعالیٰ نے قبولیتِ اسلام کی روشنی دی تو آپؓ نے سب سے پہلے تکبیر[74] بلند کی اور رہنمائی کرتے ہوئے دار اَرقم کی طرف بھیجا۔ گویا کہ اسلام کی طرف دعوت میں بھرپور کردار ادا کیا:"فقَال لَه خَبابُ بنُ الأَرت: أَنا أُخبِرُك، فَأَخبَره أَنَّه فِي الدار الَّتِي فِي أَصلِ الصَّفا[75]"حضرت خباب بن الارتؓ نے انہیں (عمر فاروقؓ) کو کہا کہ میں خبر دیتا ہوں۔ اور صفا میں موجود گھر کی طرف رہنمائی کی۔

کفر کو واضح پیغام

جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ آپؓ نے ان حالات میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ پر زور انداز میں جواب دیتے موت بھی آجائے تو دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آپؓ خود فرماتے ہی کہ میں نے عاص بن وائل[76] کو

70- عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص۲۴۵

71- عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص۲۴۵

72- یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الإستيعاب فى معرفة الاصحاب، ج۴، ص۱۴۷۳

73- محمد بن إسحاق، سيرة إبن إسحاق، ج۱، ص۱۸۲

74- محمد بن إسحاق، سيرة ابن إسحاق، ج۱، ص۱۸۳

75- عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص۲۴۵

76- اس کا تعلق بنو سہم سے تھا۔ یہ بنو عدی کے حلیف تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین آپؓ کو قتل کرنے کے لیے گھر کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے حضرت عمرؓ کو پناہ دے کر حفاظت کی۔

محمد بن عفيف، نور اليقين في سيرة سيد المرسلين، دار الفيحاء، دمشق، ۱۴۲۵ھ)، ص۵۲

قرض واپس کرنا تھا جب قرض لوٹانے گیا تو اُس نے پکڑ لیا اور کہنے لگا اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کفر پر نہیں لوٹ آتے۔ آپؓ نے جواب دیا: "لَنْ أَكْفُرَ حَتَّى تَمُوتَ وَتُبْعَثَ[77]" تو مر کر دوبارہ زندہ بھی ہو جائے تو کفر اختیار نہیں کروں گا۔

حضرت صہیب بن سنان رومیؓ کی خدمات

اسلام کی عظمت کو اُجاگر کرنا

ایک مرتبہ آپؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ حرم پاک سے گزر رہے تھے۔ وہاں پر مشرکین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مذاق اُڑایا اور کہا کہ یہ محمد ﷺ کے ساتھی ہیں۔ آپؓ نے منہ توڑ جواب دیا: "نحنُ جُلساءُ نبيِ الله، آمَنَّا وكَفرتُم، وصَدقناه وكَذَّبتُمُوه ولا خَسِيسةَ معَ الإِسلامِ ولَا عِز مَع الشِّرك[78]" ہم اللہ کے نبی کے پاس بیٹھنے والے ہیں، ہم نے ایمان لایا تم نے کفر کیا، ہم نے اُن (رسول اللہ ﷺ) کو سچا مانا تم نے جھٹلایا، اسلام کے ساتھ کسی قسم کی برائی نہیں ہے اور شرک کے ساتھ کوئی عزت نہیں ہے۔

اختتامی الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کفار کو بھرپور انداز میں اسلام کی دعوت دی کہ کفر میں کوئی عزت نہیں ہے۔ عزت صرف اسلام میں ہے۔

اسلام کے لیے عذاب برداشت کرنا

اسلام کو پروان چڑھانے کے لیے حضرت صہیب بن سنان رومیؓ نے سزا و عذاب کو بھی برداشت کیا۔ آپؓ کو اتنا سخت عذاب دیا جاتا تھا کہ جسم پر لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں لٹا دیا جاتا اور کفر کی طرف لوٹنے کا کہا جاتا۔ یہ عذاب اتنا سخت ہوتا کہ بے ہوشی میں یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کیا بول رہے ہیں: "وَكَانَ صُهَيْبٌ يُعَذَّبُ حَتَّى لاَ يَدْرِي مَا يَقُوْلُ فِي قَوْمٍ مِنَ المُسْلِمِيْنَ[79]" صہیبؓ کو اتنا عذاب دیا جاتا کہ انہیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ مسلمانوں کے لیے کیا بول رہے ہیں۔

حضرت عامر بن فہیرہؓ کی خدمات

آپؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام تھے اور آپؓ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غارِ ثور میں قیام فرمایا تو ان کو حکم تھا کہ دن کو غارِ ثور کے ارد گرد بکریاں چرائیں اور رات کو غار کے دہانے پر لے آئیں تاکہ بکریوں کا دودھ لیا جا سکے، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ دن کو بکریاں چرائے، پھر شام کے وقت اس ریوڑ کو غار میں لے آئیں[80]۔

-77. احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج۱، ص۱۷۶

-78. محمد بن احمد الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج۳، ص۳۵۱

-79. ابن ہشام، السيرة النبوية، ج۱، ص۴۸۵

-80. احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف، ج۱، ص۲۶۰

امام بلاذریؒ حضرت عامر بن فہیرہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: وَكَانَ عَامِرُ بْن فُهَيْرَةَ يَرْعَى غَنَمًا لأَبِي بَكْر ، فيعزُب بها ثُمَّ يبيت قريبًا، ولا يبعد. فكانا يصيبان من رِسلها[81]"عامر بن فہیرہؓ حضرت ابو بکرؓ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، اُسے (ریوڑ کو) دور لے جاتے اور رات (غار کے) قریب گزارتے، زیادہ دور نہ جاتے، اور دونوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ) اُن کا دودھ پیتے۔

خلاصہ

مکی دورِ رسالت ﷺ میں اسلام کے لیے کٹھن مراحل تھے۔ اس دور میں رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان مصائب کا سامنا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دار اَرقم میں صحابہ کرام کو ہر جہت کے لیے تیار فرمایا۔ اسلام کی اشاعت میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بالخصوص نوجوان صحابہ نے اہم کردار ادا کیا۔ پوشیدہ طور پر ہو یا اعلانیہ ہر طرح سے انہوں نے بھرپور نمائندگی کی۔ جوانی کی یہ عمر عیش و عشرت اور آرام و آسائش کو پسند کرتی ہے۔ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان تمام چیزوں کو ٹھکرا کر اسلام کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ قرآن کی تعلیم، حدیث کی اشاعت، اُسوہ رسول ﷺ کی پیروی، دعوتِ دین اور کوئی بھی عمل ہو صحابہ کرام نے اپنی طاقت سے بھی بڑھ کر اس ذمہ داری کو نبھایا۔ اسلام کی تبلیغ کا اَحسن طریق کار اپنایا اور رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کی کہ اسلام کی اشاعت کے لیے ماحول کسی طرح کا بھی ہو، اس کے پرچار میں کبھی پیچھے نہ ہٹا جائے۔ علم کی اشاعت کے لیے اپنی ذاتوں کو پیش کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت حباب بن الارتؓ مکہ کے اندر حضرت عمر فاروقؓ کے گھرانے میں اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ ایک مسلمان فرد کو باکردار اور باصلاحیت ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنا مافی الضمیر ادا کر سکے۔ جیسا کہ حضرت جعفر طیارؓ نے دربارِ نجاشی میں ادا کیا۔ اگر اُس دن وہ مرعوب ہو جاتے تو حبشہ میں پندرہ برس کا عرصہ گزارنا مشکل ہو جاتا۔ تبلیغِ اسلام کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بہت تکالیف برداشت کیں، مگر جو بھی اس راہ سے انحراف پر زور دیتا اس کو بھرپور جواب دیتے کہ دنیا بدل سکتی ہے مگر اس سے منحرف ہونا ممکن نہیں ہے۔ اُن ہستوں نے علم، عمل، دین اور تبلیغِ اسلام میں اعلیٰ کردار ادا کیا۔ اپنی زندگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین کے اُسوہ کو اپنانا ضروری ہے تاکہ دنیا و آخرت میں سرخروئی ہو سکے۔

تجاویز و سفارشات

1) سیرتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اُجاگر کرنے کے لیے کانفرنسیں اور ورکشاپ منعقد کی جائیں۔
2) عصرِ حاضر کے نوجوانوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت سے روشناس کرایا جائے۔
3) اشاعتِ اسلام کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو کردار ادا کیا، اس کو بالخصوص بیان کیا جائے۔
4) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کس طرح رہنمائی کی اور آپ ﷺ کی خاطر انہوں نے کس طرح اپنی جانوں کو نچھاور کیا۔ اس اُسوہ سے رہنمائی لی جائے۔

81- احمد بن یحیی البلاذری، انساب الأشراف ، ج۱، ص ۲۶۲